عزم و ہمت کی منفرد مثال

حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ ونگران شعبہ تخصصِ فقہِ اسلامی، جامعہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبداللہ عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ بڑی نسبت، بڑے کردار اور گوناگوں صفات کے حامل انسان تھے۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ماحول مجاہدہ وریاضت، عزم و ہمت، زہد وورع، علم وعمل اور تدریس وتحریک کا ماحول تھا۔ انسانی فطرت پر ماحولیاتی اثرات کی اثر پذیری فطری امر ہے، ہر انسان اپنی فطری لیاقت اور قلبی رجحان کے سہارے ماحولیاتی اثرات میں سے کسی گہرے اثر کی چھاپ کا محور بن جاتا ہے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عادل خان رحمۃ اللہ علیہ فطری استعداد ولیاقت میں اپنے عظیم والد حضرت شیخ المشائخ قدس سرہٗ کا پرتو تھے، اس لیے آپ کی شخصیت میں آپ کے والد کی فکری وعملی زندگی کے تقریباً سب ہی آثار جھلکتے تھے۔ حضرت شیخ المشائخ کی نشو ونما ایک آسودہ متمول گھرانے میں ہوئی تھی، ان کی تعلیمی زندگی اور جوانی کا دور ہر قسم کی فراوانی سے عبارت تھا۔

مگر تدریسی زندگی اور اہتمام کا دور بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کا عنوان تھا، اس دور میں حضرت ڈاکٹر صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی پلے بڑھے، اور انہوں نے ادارتی زندگی اور مجاہدہ وریاضت کو لازم وملزوم پایا اور ہمیشہ اسی تصور کی تصویر بنے رہے۔

قانونِ فطرت ہے کہ تنگیاں اپنے پیچھے قسما قسم کی آسانیاں اور وسعتیں لے کر آیا کرتی ہیں، اسی قانونِ فطرت کے تحت حضرت ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کے اہتمام اور وفاق کی نظامت وصدارت کے مناصب کے ادوار میں صاحبزادگی کے مواقع ومراحل بھی پائے، دنیا کے مختلف ممالک کے اسفار اور عملی زندگی کے گوناگوں نشیب وفراز بھی دیکھے، آسائشیں بھی دیکھیں اور راحتیں بھی پائیں، مگر مجاہدہ وریاضت کی اولین چھاپ کے گہرے اثرات آپ کی طبیعت اور رویوں

سے غائب نہیں ہوئے۔ وہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کی بڑی بڑی آسائشوں کو بڑی ہی بے اعتنائی کے ساتھ ترک کر کے مسجد و مدرسہ کی روایتی اور فقید الوسائل زندگی جینے کے لیے اپنے وطن اور اپنے مدرسہ کو ترجیح دیتے رہے۔

امریکہ اور ملائیشیا جیسے ممالک میں اپنی ترجیحات کے مطابق تعلیمی و تدریسی مشاغل ملنا کس کی آرزو نہیں ہوسکتی؟! پھر ایسے مواقع کو خیرآباد کہہ کر وسائل کی تنگی، ماحول کی جکڑن اور فکری وفروعی انتشار کی کوفت میں دینِ اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے لیے فیصلہ کرنا غیر معمولی عزم اور ہمت کی علامت ہے۔ بلاشبہ یہ عزم و ہمت آپ کے خون میں شامل سہی، مگر آپ نے اندرونی و بیرونی زندگی میں جن مشکلات کا مقابلہ کیا، اس میں کسبی کمال کا حصہ بھی بے مثال ہی ہے۔ ایسے حالات اگر کسی اور مضبوط سے مضبوط انسان پر آجاتے تو شاید اس کے اعصاب ساتھ چھوڑ جاتے، لیکن اس صاحبِ عزم واستقلال انسان کی ثابت قدمی کا اندازہ لگائیے کہ مشکل حالات میں جو سفر ادھورا رہا، اُسے نئے جذبہ کے ساتھ دوبارہ آغاز سے انجام تک گامزن کرنے کے لیے پابہ رکاب نظر آئے۔ کبھی شکستہ دلی، پست ہمتی اور مایوسی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

غالباً ۲۰۱۰ء کا زمانہ تھا جب آپ امریکہ سے واپس پاکستان آئے تو آپ اپنے اکابر کی طرح قید و بند کی صعوبتوں سے نیا جذبہ سیکھ کر آئے، اور اس جذبے کی عملی تصویر اور تنفیذ کے لیے بڑی تازگی اور چستی کے ساتھ مصروفِ کار دکھائی دیئے۔ اس جذبے کے ایک مظہر کا مشاہدہ راقمِ اثیم کو بھی نصیب رہا۔ آپ نے مدارس کے امتحانی نظام، عملی وحدت، داخلے کے طریقہ کار اور اوقات کار میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے یہ فکری خاکہ سامنے رکھا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحقہ اکثر مدارس ہمارے تین بڑے مدارس' جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ دارالعلوم کراچی اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے تدریسی وانتظامی سلسلے سے جڑے ہوئے ہیں، اگر یہ تینوں ادارے اپنے داخلے کے نظم، طریقۂ تدریس اور نظامِ امتحان میں وحدت و یکسانیت پیدا کرلیں تو وفاق سے ملحقہ تمام مدارس ایک مالا میں پروئے جاسکتے ہیں۔ اس فکر کی عملی شکل کے لیے طویل عرصہ تک مشاورتی سلسلہ قائم رہا، جس میں ان تینوں اداروں کے نظامتِ تعلیم کے مسئولین باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔ جامعہ سے حضرت الاستاذ مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جایا کرتے تھے، اور آپ کے فائل بردار کے طور پر راقم کو بھی معیت سے نوازا جاتا رہا۔ یہ مجلس اپنے مقررہ نصب العین تک اگرچہ نہ پہنچ سکی، مگر اس مجلس کے دو بڑے فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ ہمارے تینوں اداروں کے امتحانی اور تدریسی

نظم میں ایک دوسرے سے بڑی مفید باتیں سیکھنے کو ملیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کی اس مخلصانہ فکر ہی کا شاید نتیجہ ہے کہ ہمارے امتحانی بورڈ وفاق المدارس نے آگے چل کر نظامِ امتحان کی طرح مکمل ادارتی وتدریسی نظم کے لیے گراں قدر کوششیں کیں، جن میں مذکورہ اداروں کے علاوہ مختلف اداروں نے اپنا اپنا حصہ بھی ملایا، اب وہ کاوش وفاق کے ملحقہ مدارس کے لیے انتظامی دستور العمل کے طور پر امید ہے کہ سامنے آجائے گی۔ مدارس کے اس دستور العمل کی فکری تخم ریزی کا سہرہ بلاشبہ حضرت ڈاکٹر عادل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تربتِ ناز ہی کے سر بجنا چاہیے۔

اسی طرح حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جب سفرِ آخرت کے لیے رختِ سفر باندھ بیٹھے تو حضرت ڈاکٹر عادل خان صاحبؒ کے برادرِ گرامی حضرت مولانا عبیداللہ خالد مدظلہم نے پدرانہ شفقت، سرپرستی، سائبانی اور رہنمائی کے منصب کے لیے بڑے خلوص، درد وکرب کے ساتھ اپنے برادر کبیر حضرت ڈاکٹر عادل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں محبت کی وہ بیڑیاں ڈالیں کہ وہ جامعہ فاروقیہ کے اسیر بن کے رہ گئے اور اپنی فطری وموروثی صلاحیتوں سے جامعہ فاروقیہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی میں اپنے عظیم والد کے مقتدر جانشین اور اپنے برادرگرامی کے دست وبازو ہی نہیں، بلکہ دل ودماغ بھی بن گئے اور حضرت شیخ کے بعد جامعہ فاروقیہ کے تعلیمی معیار کو برقرار رکھنے کی آزمائش میں پورے اُترے، بلکہ جامعہ فاروقیہ فیز۲ کراچی کی تعلیمی وادارتی زبان کے لیے عربی زبان کو ایسا فروغ بخشا جو صرف جامعہ فاروقیہ ہی نہیں، ہمارے تمام مدارس کے لیے ایک مثالی کردار ثابت ہوا۔

جامعہ فاروقیہ فیز۲ کراچی میں تعلیمی وادارتی زبان کے طور پر عربی زبان کے فروغ سے جہاں جامعہ کے تعلیمی نظم میں کمال، انفرادیت اور امتیاز کا ایک باب بندھا، وہاں یہ سلسلہ جامعہ فاروقیہ فیز۲ اور دیگر جامعات میں تعلیمی واستفادی روابط کا بہترین باعث بھی بنا۔ حضرت ڈاکٹر شہید رحمۃ اللہ علیہ اس تعلیمی انفرادیت میں کمال کے رنگ بھرنے کے لیے دیگر اداروں کے باذوق عربی داں اور عربی خواں اساتذہ کو بھی اپنے ہاں بلاکر اپنے اساتذہ کے ساتھ مختلف محاضرات اور مجالس کا اہتمام کرتے رہے، جس سے شرکاء کو ترغیب وتحریک کا فائدہ بھی ہوا اور سیکھنے اور سکھانے کے جذبات ومواقع بھی بیدار ہوئے، جسے اس دور میں عربی زبان کے احیاء کا کارنامہ ہی نہیں، بلکہ ایک تحریک کا نام دینا چاہیے، جسے منزل یاب کرنے کی ذمہ داری جامعہ فاروقیہ کے مولانا عبداللطیف، مولانا انس عادل، مولانا عمیر عادل، جامعہ دارالعلوم کراچی کے مولانا حسین قاسم، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مولانا فخرالاسلام مدنی اور مولانا لطف الرحمٰن اور عربی زبان کے دیگر باذوق احباب کے کندھوں پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں

حضرت ڈاکٹر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نیک مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اعزاز بخشے، آمین۔

جامعہ فاروقیہ فیز۲ کراچی کو دورِ جدید کی مستعار تعبیر میں ''عربک میڈیم'' بنانے میں جہاں عربی زبان کے رواج واحیاء کی مہم ہے، وہاں علم وعمل کے حسین امتزاج کا بہترین سبق بھی ہے۔ ہمارا نصاب عربی زبان میں ہے، مذہبی زبان عربی ہے، مگر ہمارے عمومی طلبہ واساتذہ عربی حوار اور انشاء پر استعداد کے باوصف قادر نہیں ہوتے۔ اس حجاب کو ختم کرنے میں حضرت ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فکری وعملی کاوشیں قابلِ تقلید اور لائقِ تحسین ہیں۔ یہ کاوشیں درحقیقت عزم وعمل میں رشتے، فکر وجہد میں رابطے اور قول وعمل میں تعلق کی عکاس ہیں۔ حضرت ڈاکٹر شہید رحمۃ اللہ علیہ جس کام کی فکر ولگن کا دماغی بوجھ اُٹھاتے، اُسے عملی شکل میں اُتارنے اور سدھارنے کے لیے شبانہ روز محنت فرماتے تھے، اور جس کام میں ہاتھ ڈالتے، اسے اس کے مثبت انجام تک پہنچانے میں کسی مشکل اور دشواری کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، جسے اس دور میں اکابر کی اولوالعزمی کی نادر مثال کہنا بجا ہے۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ میدانِ عمل سے وابستہ حضرات یا انتظامی ذمہ داریوں کے مسئولین اپنے تدریسی کمال کا سکہ کماحقہ نہیں جما سکتے، مگر حضرت ڈاکٹر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی کا تنوع، آپ کا تدریسی کمال متاثر یا متزلزل نہیں کرسکا۔ میں نے بالواسطہ حضرت شیخ شامزی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت شیخ المشائخ (مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ) اپنے معاصر اکابر میں جس تدریسی کمال سے ہم کنار تھے، اس کمال کا وافر حصہ اللہ تعالیٰ نے مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمارکھا تھا۔ امریکہ، ملائیشیا کی تدریسی زندگی میں اونچے درجے کی تدریسی ذمہ داریاں اور جامعہ فاروقیہ میں بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف کے دروس اپنے والدگرامی کی باکمال تدریس کی وراثت کا مظہر اور بین ثبوت ہے۔

ہمارے خیال میں باکمال تدریس کے تین ارکان ہیں: ۱:- درس کی اچھی تیاری، ۲:- اچھی تعبیر وتفہیم، ۳:- درس کی مداومت ومواظبت۔ اس کمال کے ساتھ تدریس والے علمائے کرام کی ہمارے اداروں میں کوئی کمی نہیں ہے، مگر یہ کمال ان مدرسین کے لیے چیلنج کا درجہ رکھتا ہے جو تدریس کے ساتھ ساتھ تحریکی ذہن کے حامل اور میدانِ عمل کی کسی سرگرمی سے وابستہ ہوں۔ اس چیلنج کے سامنے عزم واستقلال کی چٹان اور برکت وروحانیت کے بلاخیز طوفان کے طور پر صرف اور صرف شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا نام نامی اسم گرامی لیا جاسکتا ہے، یا پھر ان کے فکری پیروکاروں میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک) جیسی ہستیاں بمشکل گنوائی جاسکتی ہیں۔

مگر حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جتنا مختصر مشاہدہ میں نے کیا وہ میدانِ عمل کے

مردِ میدان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ان اکابر کی برکت و روحانیت جیسے اس کمال سے بھی محظوظ تھے۔

حضرت ڈاکٹر محمد عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منفرد خصوصیت یہ تھی کہ آپ روایت وتصلّب کے کوہِ گراں تھے۔ آپ کو وطن عزیز کے ہر شعبے اور طبقے تک رسائی اور شناسائی میسر رہی، دنیا کے سینکڑوں ممالک میں مختلف مجالس کی رونق اور رعنائی بنتے رہے، آسودہ ممالک کی سکونت وشہریت بھی حاصل رہی، لیکن آپ کی طبیعت، مزاج، وضع قطع اور فکر وتصلّب پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ یہ آپ کے والد گرامی کے حسنِ تربیت کا ثمرہ ہے، اور آپ کی فکری صلابت وسلامتی کی دلیل بھی ہے۔

حالانکہ انگریزی دورِ غلامی میں پیدا ہونے والے بڑے بڑے لوگ احساسِ کمتری اور مرعوبیت کے ہاتھوں مجبور ہوکر ایسے مواقع پر فکر وعمل کی موروثی استقامت سے محروم ہوجایا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی مناسبت سے ٹی. وی ایکٹرز نوخیز علماء اور سیلفی ملاؤں کا تذکرہ چل نکلا، تو حضرت ڈاکٹر صاحبؒ فرمانے لگے: میں نے دنیا کے کئی نشیب وفراز دیکھے ہیں، آسائش وآرائش کے بہتیرے مواقع قریب سے دیکھے ہیں، مگر طبیعت وفطرت کی اس تذکیر نے ہمیشہ مجھے بیدار رکھا کہ جو عافیت وراحت اپنے اکابر کے فکری تصلّب اور عملی استقامت میں اللہ نے رکھی ہے، اس سے بڑی نعمت اور غنیمت کوئی اور چیز نہیں ہے۔ ہمیں ٹی. وی، سیلفی اور تصویر کے دلدادہ مولویوں پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ حضرات کس ندیدہ پن کا شکار ہیں، اور ہم الحمدللہ حتی الوسع اجتناب کی کوشش کرتے ہیں، جہاں اجتناب نہ ہوسکے تو ناگواری اور نکیر کی ایمانی رمق کو زندہ رکھنے کی کوشش بہرحال کرتے ہیں۔

حضرت کے اس موروثی فکری تصلّب اور عملی استقامت کا مشاہدہ مختلف مجالس میں نصیب ہوا، اور آپ کے ادارے (جامعہ فاروقیہ) کے علماء وطلباء کو اس تصلّب واستقامت کا بہترین نمونہ پایا۔ حضرت شیخؒ کی طرح آپ کے جنازے اور تعزیت کے اجتماعات میں بھی اس تصلّب واستقامت کے عملی مظاہر مشاہد ہوئے۔

ایک مرتبہ وفاق المدارس کی مجلسِ عاملہ کے ایک اجلاس میں ایک صاحب نے مجلس کے اعلامیہ کے اظہار کے لیے ویڈیو پیغام کا مشورہ دیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب کو اپنے والد گرامی کے لب ولہجے میں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ویڈیو اور میڈیائی عمل وفاق کے اجلاسوں میں نہیں ہوا کرتا، آپ یہ غلط طرح نہ ڈالیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تصلّب وروایت کی موروثی شناخت پر مستزاد آپ کی شخصیت میں دینی حمیت، اخلاقی جرأت اور عالمانہ بے باکی کا وصف بھی کمال درجہ کا تھا، دینی اجتماعات ہوں یا مشاورتی مجالس یا انتظامی اجلاسات، وہ اپنا موقف بڑی جرأت وحمیت، دلیری، مگر عمدہ سلیقے اور شائستہ

انداز میں پیش کرنے کا منفرد ملکہ رکھتے تھے، جس کی بدولت ایسی تمام مجالس میں آپ اپنے والدگرامی والی مرکزیت واہمیت کا رتبہ پالیا کرتے تھے۔ حق گوئی و بے باکی میں قبائلی پختون جگرے کے مالک تھے، جب کہ سلیقہ مندی اور شائستہ گفتاری میں دہلوی ولکھنوی آداب سے آراستہ تھے۔ ہر طبقے کی ہر مجلس میں طبقاتی لحاظ اور مجلس کے آداب کی جوشناوری آپ کو نصیب تھی، اس میں آپ کے معاصرین میں سے شاید ہی کوئی آپ کا ساجھی یا ثانی ہو۔ مگر یہ اُمت بانجھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ یہ کمالات یا ان کا کچھ حصہ کسی بھی اپنے بندے میں پیدا فرما سکتے ہیں اوران کا میدانِ عمل اور مجالِ فکر خالی نہیں رہے گا، ان شاء اللہ۔

ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ میدانِ عمل کے کرّ ار وفرّ ار بھی تھے، مگر اس کر وفر کے باجود علم وتحقیق جیسے یکسوئی طلب کاموں میں بھی اپنے علمی وتحقیقی مزاج کے اسلاف کے پیروکار اور اپنے معاصر محقق علماء کے ہم سفر بھی تھے، آپ کی کئی علمی وتحقیقی کاوشیں مختلف زبانوں میں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ بعض بڑے علمی وتحقیقی منصوبے آپ کے زیرِ تحقیق تھے، جن میں فتاویٰ عالمگیری جیسے فقہی ذخیرے کی ترتیبِ نو اور ترتیبِ مفید کے درپے تھے۔ آپ کے بعض تلامذہ اور رفقاء اس کارِ خیر کو آپ کا ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنانے میں دل وجان سے کوشش کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جملہ علمی وتحقیقی کاموں کو تکمیل آشنا کرنے میں آپ کے رفقاء کو خاص توفیق نصیب فرمائے۔

گزشتہ دنوں توہینِ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے جرائم کے ازالے اور انسداد کے لیے آپ کا کردار حضرت مدنی، حضرت لکھنوی، حضرت مفتی احمد الرحمٰن اور حضرت شیخ سلیم اللہ خان (رحمۃ اللہ علیہم) کی خلافت، نیابت اور مسلکی حمیت کا مظہر تھا۔ اندھے فتنوں کے اس دور میں آپ مسلکِ دیوبند کے حمیت آمیز اعتدالی موقف کے مؤثر ومعتدل ترجمان کے طور پر سامنے آئے، اورآپ نے عزیمت وحمیت اور توسط واعتدال میں مسلک دیوبند کی خوب خوب ترجمانی فرمائی، آپ کی شخصیت کی اس مرکزیت کی اپنے حلقے میں قدردانی سے قبل ہمارے دشمنوں کو اس کی اہمیت کا شاید اندازہ ہوچکا تھا، اس لیے مؤرخہ ۱۰/اکتوبر ۲۰۲۰ء کو آپ کے معصوم اور نازک چہرے کو آہنی وآتشی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا، جسے ایک مقامی اخبار نے خلافِ معمول بہت ہی مناسب عنوان دیا: ''ظالم نے عادل کو شہید کردیا''، لیکن ظالموں کو یہ ادراک کبھی ہوا ہی نہ ہوگا کہ ظلم سے عادل مرتا ہے، مگر عدل ہمیشہ کے لیے زندگی آشنا ہوجایا کرتا ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس مشن میں شہیدوں کا خون شامل ہوجائے وہ مشن نہ مرتا ہے، نہ دبتا ہے، نہ رکتا ہے، پس ہماری تکلیف عارضی ہے اور تمہاری تسکین وقتی ہے۔

اللّٰہم اغفرلہ وارحمہ وألحقہ بآبائہ الصالحین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....